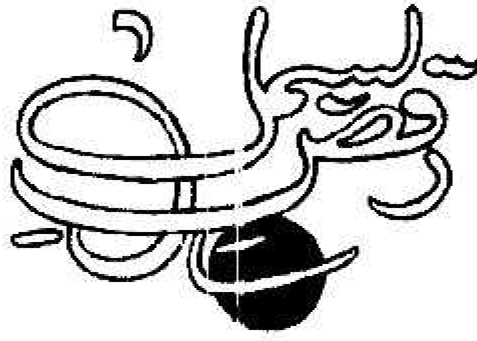
نبیلہ عزیز



مادرا مرتضیٰ، عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ مادرا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔

منزہ، ثمینہ اور نیرہ کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرہ کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید اور عزت کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ دیتی ہے۔ تاہم عزت کھل کر اس کا اظہار کر دیتی ہے۔ ولید ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ روتی ہے۔ اشتیاق یزدانی، آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ رضا حیدر، تیمور و فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں مادرا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔

مادرا، عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور مادرا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

شادی میں تیمور حیدر، مادرا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر مادرا کا سخت اور کھردرا رویہ ہر بار اسے ناکام





کردیتا۔ تیمور، ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کے وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات خیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

شادی کے اول روز سے آفاق کے انداز کچھ مشکوک ہیں۔ فارہ سمجھ نہیں پاتی اور غیر مطمئن رہتی ہے۔ تیمور، فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکیج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے۔ جسے ماورا کافی حیل حجت کے بعد قبول کرلیتی ہے۔ پی گل یہ جان کر دم بخود رہ جاتی ہیں جب انہیں پتا چلتا ہے کہ تیمور، رضا حیدر کا بیٹا ہے۔ ماورا، عافیہ بیگم کی سخت مخالفت کے باوجود ان دونوں کو لے کر کراچی کے فلیٹ میں شفٹ ہوجاتی ہے جو اسے آفس کی طرف سے ملا ہے۔ آہستہ آہستہ اسے دیگر مراعات بھی تیمور مہیا کردیتا ہے۔ تیمور کئی مرحلوں پر ماورا کی گھریلو سطح پر بھی مدد کرتا ہے۔ اتفاق سے ماورا کی زبانی تیمور سن لیتا ہے کہ ماورا ایک مقصد کے تحت اس کے آفس میں کام کرنے پر راضی ہوئی ہے۔

آفاق کا رویہ بدستور مشکوک ہے۔ فارہ اسے چھوڑ کر اپنے شہر آجاتی ہے۔ ثمینہ آفاق سے خفا ہوجاتی ہیں۔ آفاق دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسے لینے جانے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ ولید اور عزت کے درمیان محبت کا باقاعدہ اقرار ہوجاتا ہے۔ خیام مرزا عزت کا رشتہ مانگتے ہیں۔ رضا حیدر خوش ہوتے ہیں مگر تیمور انکار کردیتا ہے۔ ماورا کے جاب چھوڑنے پر تیمور اسے باقاعدہ پرپوز کرتا ہے اور اس کی خواہش کے مطابق اپنی تمام ترجائیداد اس کے نام لکھنے کا وعدہ کرلیتا ہے۔ عزت سے فون پر بات کرنے کے دوران نامعلوم افراد ولید کو گولیاں مار دیتے ہیں۔ عزت گھبرا کر تیمور کو بتاتی ہے۔ وہ اسپتال بھاگتا ہے۔ ولید کو اسی اسپتال میں لایا جاتا ہے، جہاں عافیہ بیگم داخل ہیں۔

۱۸
اٹھارہویں قسط

اور وہ لرزتی ٹانگوں سے پلٹ کر دوبارہ بینچ پر بیٹھ گئی۔

"یا اللہ رحم فرما... یا اللہ رحم فرما... یا اللہ... ولید رحمان کی ماں پہ رحم فرما... اس کے لخت جگر کو سلامت رکھ... اس کو زندگی نواز دے۔" ماورا نے آنکھیں بند کر کے مٹھیاں بھینچتے ہوئے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"ضمیر... ضمیر... ولید کہاں ہے؟" تیمور حیدر کی آواز پہ ماورا نے یک دم آنکھیں کھول دی تھیں۔ تیمور حیدر بہت بوکھلائے اور گھبرائے ہوئے انداز سے ضمیر انصاری کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کے پیچھے اس کی بہن عزت حیدر بھی تھی، جسے دیکھ کر ماورا بری طرح چونکی تھی۔

"وہ... وہ... آپریشن تھیٹر میں ہے۔" ضمیر انصاری نے آپریشن تھیٹر کی طرف اشارہ کیا تھا، جہاں ڈاکٹرز جمع ہورہے تھے۔

"وہ... بچ جائے گا نا؟" تیمور نے اپنے اندر کے خدشوں سے ڈر کر پوچھا تھا۔

"یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے... ورنہ اس کی حالت تو بہت ہی..." ضمیر انصاری نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے لب بھینچ لیے تھے۔

اور عزت نے اپنے اندر اٹھتی چیخوں کو دبانے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے تھے۔

"یا اللہ..." تیمور زیر لب کہتا بے ساختہ آپریشن تھیٹر کی طرف لپکا تھا اور عزت مرے مرے قدموں سے چلتی بے دھیانی میں آکر ماورا کے برابر بینچ پر بیٹھ گئی تھی اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے رو پڑی تھی۔

ماورا بڑے تعجب آمیز انداز سے اسے دیکھ رہی تھی کیونکہ تیمور حیدر کی اس قدر پریشانی اور بے قراری تو سمجھ آرہی تھی لیکن تیمور حیدر کی بہن کی ایسی کیفیت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ ہوسکتا ہے کہ ولید رحمان سے اس کی

بھی کوئی دوستی ہو۔ ماورا نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے سوال کو خود ہی جواب سے نوازا۔

"دوستی... مگر نہیں... عورت اور مرد میں کبھی دوستی نہیں ہو سکتی۔" اس نے اپنے جواب کو خود ہی جھٹلا بھی دیا تھا۔

"تو پھر..." ذہن نے مزید الجھانے کی کوشش کی تھی۔

اور اس "تو پھر..." سے آگے کا جواب سمجھ میں آتے ہی ماورا چونک گئی تھی اور عزت حیدر کو گردن موڑ کر دوبارہ دیکھا تھا۔

"اس طرح رونے سے بہتر ہے کہ آپ اس کی زندگی کی دعا کریں... اللہ کے حضور جھک کر اس کا رحم مانگیں۔" ماورا نے بے حد آہستگی سے اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا اور عزت نے یکدم چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ...؟" عزت اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

"میں بھی ولید رحمان کے لیے ہمدردی رکھنے والوں میں سے ہوں... وہ واقعی بہت بری حالت میں ہے۔ اسے دعا کی ضرورت ہے۔" وہ بڑے مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔

"آ... آپ... نے... دیکھا ہے... اسے؟" عزت کو اس کی بری حالت کا سن کر یہ ہی سوال سوجھا تھا۔

"ہاں دیکھا ہے... اور اس کی ماں کا کلیجہ کٹا ہوا نظر آیا ہے... خون میں لت پت۔" ماورا تھوڑی دیر پہلے کا منظر یاد کرتے ہوئے جھرجھری لے کر رہ گئی تھی۔

"وہ... وہ... بچ جائے گا نا؟" عزت کا بھی وہی تیمور والا سوال تھا۔

"وہ بچ جائے گا... یہ کہنے والے ہم کون ہوتے ہیں بھلا؟ یہ ساری ڈور تو اللہ کے ہاتھ میں ہے... ہاں البتہ یہ دعا ضرور کر سکتے ہیں کہ وہ بچ جائے... اللہ اسے لمبی عمر عطا کرے... آمین۔" ماورا کی بات پہ عزت نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"میں آپ کو پہچان نہیں پائی؟" عزت آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

"ماورا! ڈرپ ختم ہو گئی ہے بیٹا!" بی گل روم سے نکل کر باہر آگئی تھیں۔

"جی میں ابھی نرس کو انفارم کرتی ہوں۔" ماورا کہتی ہوئی تیزی سے اٹھ گئی تھی اور بی گل پلٹ کر چلی گئیں جبکہ عزت جوں کی توں دیکھتی رہ گئی۔

"ماورا... ماورا مرتضیٰ... تت... تیمور بھائی کی... او، مائی گاڈ... میں اسے پہچان ہی نہیں پائی... مگر وہ... وہ... رات کے اس پہر یہاں کیوں ہے۔ اس کا کون بیمار ہے اور... اور اسے میرے... اور ولید کے بارے میں کیسے پتا چلا؟"

جس طرح تھوڑی دیر پہلے ماورا کے ذہن میں عجیب عجیب سوال اٹھ رہے تھے، اسی طرح اب عزت کے ذہن میں بھی ایسے ہی عجیب عجیب سوال ہلچل مچا رہے تھے۔

"آپ کا اور ولید رحمان کا تعلق آپ کے چہرے پہ لکھا ہے۔" ماورا دوبارہ آکر اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔ عزت ایک بار پھر ٹھٹکی۔

"آنسوؤں کی تحریر بڑی بامعنی ہوتی ہے... صاف نظر آجاتی ہے... کیونکہ میری بی گل کہتی ہیں کہ آپ کو کسی کے لیے ہنسی آجائے... یہ بڑی بات نہیں ہے... البتہ... آپ کو کسی کے لیے رونا جائے... یہ بہت بڑی بات ہے۔ کیونکہ ہنسی صرف چہرے سے پھوٹتی ہے، جبکہ آنسو دل سے پھوٹتے ہیں اور دل سے آنسو اسی وقت پھوٹتے ہیں

جب بے چارے دل پہ چوٹ پڑتی ہے..... بلبلا تا ہے۔ بے چارہ۔"

ماورا نے عزت کا دھیان کافی حد تک بٹا دیا تھا۔ عزت بھی اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"حیران سی ہوں..... یہ بہت عام سی باتیں ہیں۔ آپ خاص بات کی طرف دھیان دیں۔" ماورا نے اس کی توجہ دوسری طرف دلانی چاہی۔

"خاص بات..... "عزت نے زیر لب دہرایا۔

"دعا..... ولید رحمان کے لیے دعا کرنے کی بات..... "اس نے دعا کی طرف توجہ دلائی۔

"عزت..... ولید کا آپریشن..... "تیمور کافی عجلت بھرے انداز میں عزت کو دیکھ کر اس طرف آیا تھا مگر اس کے برابر میں بیٹھی ماورا کو دیکھ کر بے ساختہ رک گیا تھا اور بات بھی ادھوری رہ گئی تھی۔

"آپ یہاں..... "تیمور کو اک نئی تشویش ہوئی تھی۔

"ہاں..... میری مدر کا نروس بریک ڈاون ہو گیا تھا۔" ماورا کہتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔

"نروس بریک ڈاون..... ؟" تیمور خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

"آپ لوگ بات کریں..... میں چلتی ہوں۔" ماورا کہہ کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔



"مرتضیٰ..... مرتضیٰ..... بی گل..... مرتضیٰ..... "عافیہ بیگم گہری غنودگی کے باوجود بے حد اذیت سے اور آہستگی سے پکار رہی تھیں اور ان کی اس پکار پہ ماورا کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔

وہ اٹھ کر ان کے بیڈ کے قریب آ گئی تھی۔

"امی..... پلیز ریلیکس..... "اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے تھپکا تھا۔

"دیکھیں..... ہم آپ کے پاس ہیں۔" اس نے انہیں تسلی دینے والے انداز سے کہا تھا۔

"بی گل..... مرتضیٰ..... "عافیہ بیگم کے منہ سے جیسے سسکی ابھری تھی۔

"عافیہ..... عافیہ..... آنکھیں کھولو بیٹا..... سب ٹھیک ہے..... دیکھو تو سہی۔" بی گل نے بیڈ کے قریب آ کر ان کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں اپنی موجودگی کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"ڈونٹ وری ماں جی..... وہ بے ہوشی میں ایسی باتیں کر رہی ہیں۔" نرس نے اندر آتے ہوئے انہیں پریشانی سے منع کیا تھا۔

"بے ہوشی میں بھی تو صحیح باتیں کر رہی ہے۔" بی گل نے تلخی سے کہہ کر سر جھٹکا۔

"بے ہوشی میں اکثر لوگ صحیح باتیں ہی کرتے ہیں۔" نرس ہلکے سے مسکرائی تھی۔

"اسی لیے تو پریشانی ہو رہی ہے۔" بی گل تاسف سے بولی تھیں۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ مکمل ہوش میں آ جائیں گی۔ ریلیکس..... "نرس عافیہ بیگم کا چیک اپ کرنے کے بعد ان سے کہتے ہوئے ماورا کا کندھا تھپک کر باہر نکل گئی تھی۔



ولید کو خون کی ضرورت تھی۔

اور اتفاق سے تیمور کا خون میچ کر گیا تھا۔

ماورا عافیہ بیگم کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کو بلانے کے لیے نکلی تھی لیکن سامنے والے روم میں بیڈ پہ لیٹے

تیمور حیدر کو دیکھ کر قدم ٹھٹک کر رک گئے تھے۔۔۔ جس کی نبضوں سے ولید رحمان کے۔لیے خون نکالا جا رہا تھا۔۔۔ ماورا کے دل پہ اک سایہ سا گزرا تھا اور اسے پتا بھی نہیں چلا تھا۔

وہ ٹھٹکی تھی۔۔۔ رکی تھی۔۔۔ دیکھا تھا۔۔۔ کچھ ہوا تھا۔۔ اور آگے بڑھ گئی تھی۔

لیکن زیادہ آگے بھی نہیں بڑھ سکی تھی۔۔۔ کیونکہ راستے میں ہی عزت حیدر بھی بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ پریشان حال۔۔۔ اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی۔۔ ماورا اسے نظرانداز نہیں کر سکی۔

"عزت۔۔۔" اس کے قدم ٹھہر چکے تھے۔

عزت۔۔نے آہستگی سے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"میرے۔ساتھ آجاؤ۔" ماورا نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور عزت تو انکار کرنے کی حالت میں ہی نہیں تھی۔ اس کا ہاتھ تھام کر راہ داری کے بینچ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ماورا اسے ساتھ لیے اپنے کمرے میں واپس آگئی تھی۔



"السلام علیکم۔۔۔" صبح ہو چکی تھی، جب تیمور نے اندر داخل ہوتے ہوئے سلام کیا تھا اور عزت کو چائے کا کپ تھماتی ماورا۔کے ہاتھ رک گئے تھے۔

بی گل اور عافیہ بیگم نے بھی چونک کر دروازے کی سمت دیکھا تھا۔عافیہ بیگم ہوش میں آچکی تھیں اور کافی دیر سے عزت کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ کون ہے مگر دل میں ناراضی ہونے کی وجہ سے پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔ لیکن اب دروازے میں کھڑے تیمور حیدر کو دیکھ کر وہ عزت کو بھی پہچان گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔۔ آؤ۔۔ اندر آؤ۔" بی گل دانا دشمن والے محاورے پہ پورا اترنے والوں میں سے تھیں۔۔۔ عافیہ بیگم کی طرح دوسری طرف رخ نہیں پھیر سکتی تھیں۔

"تھینک۔یو۔۔ آنٹی کیسی ہیں؟" اس نے ذرا ٹھہر کر اندر داخل ہوتے ہوئے بی گل سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں۔۔ اللہ کا کرم ہے اب۔۔۔ پہلے سے کافی بہتر ہے۔۔۔ تم اپنے دوست کا سناؤ بیٹا۔۔ خیریت سے تو ہے نا۔" بی گل نے ولید کا پوچھا تھا۔

"جی ہاں۔۔ اللہ کا احسان ہے۔۔۔ اس کا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔"

"ریئلی، بھائی!" عزت یک دم بے قراری سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس پل پہلی دفعہ تیمور نے ذرا چونک کر عزت کے چہرے کی سمت دیکھا تھا اور اسے عزت۔کے چہرے پہ ولید کے نام کی اتنی خوشی نظر آئی تھی کہ عزت کا اپنا چہرہ اسے۔دکھائی ہی نہیں دیا تھا اور تیمور عزت۔کے چہرے پہ ولید کا چہرہ دیکھ کر چند لمحے کے لیے اپنی جگہ پہ گم صم سا ہو کر رہ گیا تھا۔

اور اس کا یہ گم صم ہونا عزت نے بھی محسوس کر لیا تھا اور ماورا نے بھی۔۔۔

عزت۔بے ساختہ تھم گئی تھی۔

"چائے لیں گے؟" ماورا نے مداخلت کی۔وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"نو تھینکس۔۔۔ میں ابھی گھر جا رہا ہوں۔۔۔ سوچا اسے بھی ساتھ لے لوں۔۔۔ چلیں۔۔۔؟" وہ ماورا کو وضاحت دیتے ہوئے عزت کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی۔۔۔" عزت فوراً" سر جھکا کر اس سے پہلے ہی باہر نکل آئی تھی۔



صبح صبح سڑکوں پہ بہت زیادہ رش تھا۔

ڈاکٹرز نے تیمور کو آج کے دن ڈرائیو کرنے سے منع کیا تھا کہ خون دینے کی وجہ سے اسے کہیں کوئی چکر وغیرہ نہ آجائے۔ مگر وہ ایسا پریشان تھا کہ اسپتال سے خود ہی گاڑی لے کر نکل آیا تھا۔

عزت فرنٹ سیٹ پہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور تیمور خاموشی سے ونڈ اسکرین پہ نظریں جمائے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"بھائی۔۔" بالآخر عزت نے خود ہی اس خاموشی کا تسلسل توڑنے کی کوشش کی تھی۔

"پلیز۔۔ میں ابھی اس ٹاپک پہ بات نہیں کرنا چاہتا۔" تیمور نے اسے کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا تھا۔

"لیکن بھائی! میں کرنا چاہتی ہوں۔۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہوں۔" عزت بڑی تیزی سے بولی تھی۔

"میرے دل میں کوئی غلط خیال نہیں آئے گا۔ کیونکہ مجھے تم سے بھی زیادہ اس پہ بھروسا ہے۔ اعتماد ہے۔ یقین ہے۔" تیمور نے سنجیدگی و یقین سے کہا۔

"تو پھر ایسا رویہ کیوں؟" عزت نے بے ساختہ کہا۔

"افسوس ہے کہ اس نے یا تم نے مجھ پہ بھروسا نہیں کیا۔" تیمور نے تلخی سے سر جھٹکا۔

"نہیں بھائی۔۔ ایسا مت کہیں۔۔ میں تو۔۔"

"تو پھر۔ پھر کیوں ایسا ہوا کہ۔۔ مجھے بے خبر رکھا گیا؟" تیمور چیخا۔

"کیونکہ وہ اس بات کے حق میں ہی نہیں تھا۔۔ وہ انکاری تھا۔۔ وہ کہتا تھا کہ میں اس کے دوست کی بہن ہوں اور وہ اپنے دوست کی بہن کو اس نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔۔ اور نہ ہی ... شادی کر سکتا ہے۔۔ کیونکہ ہمارے بیچ کلاس کا فرق ہے۔۔ اسی فرق کو لے کر اس نے مجھے بہت نظرانداز کیا۔ میں جانتی تھی کہ وہ مجھ میں انٹرسٹڈ ہے مگر اسٹیٹس کی وجہ سے اور آپ کی وجہ سے اظہار نہیں کر رہا۔" وہ رکی۔

"اور بیچ میں پھر کچھ ایسا وقت آیا کہ میں نے غصے میں اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا۔۔ لیکن جب اسے مونس مرزا کا پتا چلا تو پھر وہ چپ نہیں رہ سکا۔۔ اور یہ ابھی کل کی بات ہے۔۔ اور آج یہ سب ہو گیا۔۔ پھر کیسے اور کب کچھ بتاتی آپ کو۔"

عزت نے تیمور کے سامنے ساری بات سچ سچ کہہ دی تھی اور تیمور نے ڈرائیو کرتے ہوئے اک گہری سانس خارج کی تھی اور پھر قدرے توقف سے گردن موڑ کر عزت کی طرف دیکھا تھا۔

"اینی وے۔۔ یو ڈونٹ وری۔۔ میں سب سنبھال لوں گا۔۔ مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ تم نے ایک اچھے انسان کا انتخاب کیا۔۔ جو ہر معاملے میں سچا اور کھرا ہے۔" تیمور نے کہتے ہوئے عزت کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا تھا اور عزت اس کے اس قدر بھرپور ساتھ پہ بے ساختہ خدا کا شکر بجا لائی تھی۔

"تھینک یو بھائی۔۔ تھینک یو سو مچ۔" عزت اس کے بازو سے لگ گئی تھی۔

"جانتی ہو بابا کا کیا ری ایکشن ہو گا؟" تیمور کا اشارہ مونس مرزا کے پروپوزل کی طرف تھا کہ اس کے بعد ولید کے پروپوزل کی کیا حیثیت ہو گی۔

"ہاں جانتی ہوں۔۔ مگر آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔۔ اب میں ریلیکس ہوں۔" وہ بیٹھے بیٹھے چہکنے لگی تھی اور تیمور نے مسکراتے ہوئے گیٹ پر ہارن دیا تھا۔



"بیگم صاحب۔۔۔ باہر آفاق صاحب آئے ہیں۔" منزہ رحیم ملازمہ سے ڈائننگ روم سیٹ کروا رہی تھیں جب ملازم نے آ کر اطلاع دی اور منزہ رحیم اپنی جگہ پہ جوں کی توں رہ گئیں۔

"آفاق۔۔؟" انہوں نے بمشکل ہونٹوں کو جنبش دی تھی۔

"جی ہاں۔۔۔ آفاق صاحب!" ملازم نے تصدیق کی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اندر بھیجو۔" منزہ رحیم نے اپنے تاثرات سنبھال کر لیے تھے۔

"جی ٹھیک ہے۔" ملازم کہہ کر چلا گیا تھا اور چند ثانیے بعد آفاق کی صورت نمودار ہوئی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی!" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔" منزہ رحیم کا لہجہ آج پھر اجنبیت لیے ہوئے تھا۔

"کیسی ہیں؟" وہ قریب آچکا تھا۔

"ٹھیک ہوں' اللہ کی مہربانی سے۔۔۔ آؤ بیٹھو۔" انہوں نے اپنے آپ کو رفتہ رفتہ نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔" آفاق نے شکریہ ادا کیا اور پھر اسے کھڑے دیکھ کر منزہ رحیم خود بھی بیٹھ گئی تھیں۔

"خیریت۔۔۔ آج فیصل آباد کا چکر کیسے لگا لیا؟" وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز سے بولی تھیں۔ آفاق بے ساختہ ہلکے سے مسکرا دیا تھا۔

"آپ لوگوں سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔" اس کے لہجے اور انداز میں نرمی تھی۔

"اتنی محبت تو نہیں ہے تمہیں ہم سے کہ ہم سے ملنے کے لیے فیصل آباد آجاؤ۔" ان کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی طنز اتر آیا تھا۔

"آپ کو پتا ہی تو نہیں ہے کہ ہم فیصل آباد والوں سے کتنی محبت کرتے ہیں۔۔۔ بس کبھی کبھی اظہار میں تاخیر ہو جاتی ہے' اور فیصل آباد والے ناراض ہو کر کراچی چھوڑ دیتے ہیں۔" آفاق جیسے بڑے موڈ سے اور بڑے مزے سے بول رہا تھا۔

"ہر بار تاخیر اچھی نہیں ہوتی نا۔۔۔ اس لیے۔۔۔" منزہ رحیم نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔

"تاخیر کی کوئی وجہ۔۔۔ کوئی مجبوری بھی تو ہو سکتی ہے' نا؟" آفاق نے سوالیہ دیکھا۔

"ہر بار کوئی وجہ۔۔۔ کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔۔۔ انسان کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔"

"دیکھیں آنٹی جان۔۔۔ کبھی کبھی انسان کی مجبوری نظر نہیں آتی۔۔۔ مرضی نظر آنے لگتی ہے۔ مگر مجبوری اور مرضی میں فرق جاننے کے لیے گہرائی میں اترنا پڑتا ہے اور گہرائی میں اترنے کا کام کوئی بھی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ اتنا ٹائم نہیں ہے کسی کے پاس۔۔۔ کہ کوئی کسی کو جاننے کی کوشش کرے۔" آفاق کی بات پہ منزہ رحیم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا کیونکہ اس کے لہجے میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ ان کے دل کو بھی احساس ہوا تھا۔

"ناشتا کرو گے؟" انہیں بالآخر خیال آ ہی گیا تھا۔

"مہربانی ہو گی آپ کی۔۔۔ ناشتا تو واقعی کرنا ہے ابھی۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں ناشتا لگواتی ہوں۔" وہ فوراً اٹھتے ہوئے بولیں۔

"لیکن فارہ کے کمرے میں۔۔۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کمرے میں۔۔۔ لیکن فارہ تو سو رہی ہے۔" وہ پلٹتے ہوئے رک گئی تھیں۔

"میں اسے جگاؤں گا نہیں۔ صرف ناشتا کروں گا اس کے پاس بیٹھ کر۔" آفاق انہیں تسلی دے کر ڈرائنگ روم سے نکل گیا تھا اور منزہ رحیم اس کی عجیب سی باتوں پہ حیران ہوتی کچن کی طرف چل دی تھیں۔ اور ملازمہ کو اس کے ناشتے کے لیے کہا تھا۔



وہ بے حد آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

فارہ اپنے بیڈ پہ گہری اور بے خبر نیند سو رہی تھی۔ آفاق بے آواز قدموں سے چلتا آہستگی سے دروازہ بند کر کے اس کے بیڈ کے قریب آ گیا تھا۔

فارہ دائیں کروٹ سو رہی تھی اور اپنا دایاں ہاتھ چہرے کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ کھڑکی سے اندر آتی مدھم روشنی میں اس کا چہرہ بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ آفاق اسے دیکھ کر پرسکون ہو گیا تھا اور پھر آہستگی سے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے چہرے سے بال پیچھے ہٹائے تھے۔

وہ اس وقت گلابی رنگ کے سلکی نائٹ ڈریس میں ملبوس تھی اور اس کے سراپے کی اس قدر نرمی اور لاپروائی دیکھ کر آفاق کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا مگر وہ اس وقت کسی بے خودی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے دل کو کچھ لگام ڈالنے کے لیے بے اختیار آہستگی سے وہ اس پہ جھکا اور اس کے چہرے پہ اپنی بے قراری کی مہر ثبت کر دی تھی۔

فارہ بے ساختہ اس لمس پہ کسمسائی تھی اور آفاق نے جیسے اپنی سانس تک روک لی تھی۔ کیونکہ وہ اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ یوں اس کے کسمسانے پہ یک دم پیچھے ہٹتا تو وہ بیدار ہو جاتی۔ پھر کافی احتیاط سے اسے بغور دیکھ کر مسکراتے ہوئے ایک اور جسارت کرتا اس کے قریب سے اٹھ گیا تھا۔

"صاحب جی ناشتا۔" ملازمہ نے بے حد ہلکی سی دستک دی تھی۔

آفاق نے آگے بڑھ کر فوراً دروازہ کھول دیا تھا۔

"بس یہ رکھ دو... مگر آرام سے۔" اس نے ملازمہ کو آہستگی سے رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"جی..." ملازمہ نے سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ کے ناشتے کی ٹرے بے حد آہستگی سے ٹیبل پہ رکھ دی تھی اور باہر نکل گئی تھی۔ آفاق دروازہ بند کر کے صوفے پہ آ بیٹھا تھا۔

اور بغیر آواز کے برتن ادھر سے ادھر رکھتے ہوئے ناشتا کرنے لگا۔

اور ابھی وہ ناشتا کر ہی رہا تھا کہ اس کا موبائل گنگنا اٹھا تھا۔ آفاق نے گھبرا کر موبائل کو سائلنٹ کرنے کی کوشش کی تھی... مگر تب تک دیر ہو چکی تھی... فارہ کی نیند اور خواب کا تسلسل ٹوٹ چکا تھا۔ اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں۔ پہلی نظر صوفے پہ بیٹھے آفاق پہ ہی پڑی تھی۔ جو بڑے اطمینان سے براجمان... انتہائی سکون سے ناشتا کرنے میں مصروف تھا۔ فارہ کو ایسا لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ اسی لیے اس نے دوبارہ پلکیں موندنے کی کوشش کی تھی۔

"گڈ مارننگ..." آفاق کی آواز پہ وہ یک دم چونک گئی تھی اور اس نے بے ساختہ آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا تھا کہ وہ واقعی اس کے بیڈ روم میں اور اس کی نظروں کے سامنے موجود ہے لیکن وہ اس کی حیرت سے بے نیاز لاپروائی سے ناشتا کرنے میں مشغول تھا۔

"آپ..." وہ یک دم اٹھ بیٹھی تھی۔

''اٹس اوکے.... سوئی رہو... ڈسٹرب نہیں کروں گا... صرف ناشتا کروں گا۔'' اس نے فارہ کو اس طرح بوکھلانے اور گھبرانے سے منع کیا تھا۔

''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' فارہ کے اندر بیویوں والا غصہ عود کر آیا تھا۔

''ناشتا کرنے۔'' آفاق کی لاپروائی ہنوز تھی۔

''آفاق... آپ جانتے ہیں میں مذاق نہیں کر رہی۔'' فارہ لفظوں پہ زور دے کر بولی۔

''لیکن تم جانتی ہو کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔'' وہ چائے کا کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

''آپ ہمیشہ مذاق ہی کرتے ہیں... بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مذاق ہی اڑاتے ہیں... وہ بھی صرف میرا۔'' وہ اپنی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

''محبت بھی تو صرف تم سے کرتا ہوں نا؟'' وہ چائے کا کپ یوں ہی ہاتھ میں لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''پلیز... میرے قریب مت آئیں۔'' وہ اسے بیڈ پہ بیٹھتے دیکھ کر یک دم پیچھے ہٹی تھی۔

''مجھے یقین تھا کہ تم ایسا ہی کہو گی' اسی لیے اس وقت تمہارے قریب آیا جب تم سو رہی تھیں۔'' آفاق نے اس کے رخسار کو چھوا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ مزید ٹھٹکی۔

''اپنے تھپڑ کا مداوا بھی تو کرنا تھا؟'' آفاق کا جملہ معنی خیز تھا۔

''مداوا....'' فارہ کھٹک گئی تھی۔

''چلو مداوا نہ سہی مرہم کہہ لو... اپنی دی ہوئی چوٹ پہ مرہم بھی تو مجھے ہی لگانا تھا نا؟'' آفاق کی ٹون ہی بدلی ہوئی تھی۔ فارہ کو لگا وہ نشے میں ہے... اس نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

''تمہارے سارے شکوے اور شکایتیں ختم کرنے آیا ہوں... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے....'' آفاق کہتے ہوئے اس

کے بالوں کو چھونا چاہ رہا تھا مگر وہ یک دم بیڈ سے ہی کھڑی ہو گئی تھی۔

"میرے سارے شکوے اور ساری شکایتیں آل ریڈی ختم ہو چکے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔ اس لیے آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔۔۔ میں اپنے گھر میں سکون سے ہوں۔" فارہ رکھائی سے کہہ رہی تھی۔ وہ آفاق سے برگشتہ تھی اس کی ایسی نرمی اور نوازش پہ بپھر گئی تھی۔

"تم اپنے گھر میں سکون سے ہوتیں تو شاید میں بھی اپنے گھر میں سکون سے ہوتا۔۔۔ لیکن افسوس کہ سکون ہی تو نہیں ہے نا۔" وہ کپ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں سکون سے نہیں ہوں؟" وہ تلخی سے بولی۔

"تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں۔۔۔ تمہارا چہرہ کہہ رہا ہے۔۔۔ تمہارا اک اک انداز کہہ رہا ہے۔۔۔ تم بے سکون ہو۔۔۔ بے چین ہو۔۔۔ اداس ہو۔۔۔" آفاق نے گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا اور فارہ پیچھے ہٹنے کی محض کوشش کرتی رہ گئی تھی۔

"بتاؤ۔۔۔ اداس نہیں ہو کیا؟" اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

فارہ کے دل میں چھپے تمام جذبات اس کی آنکھوں میں امڈ آئے تھے اور وہ بے ساختہ رو پڑی تھی۔

"فارہ پلیز۔۔۔ یہ کام مت کیا کرو۔۔۔ میرے دل پہ اثر ہوتا ہے۔" آفاق نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا تھا اور فارہ اس کے سینے سے لگ کے مزید پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

"پلیز۔۔۔ فارہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ چپ ہو جاؤ۔۔۔ پلیز میرے لیے۔" آفاق اس کے بالوں کو ایک ہاتھ سے سہلاتے ہوئے اسے چپ کروا رہا تھا۔

"آپ کے لیے سب کر کے دیکھا ہے۔۔۔ بہت برداشت کر کے دیکھا ہے۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ اب نہیں ہوتا۔" اس نے روتے ہوئے انکار کیا تھا۔

"صرف ایک چانس اور دے دو۔۔۔ اب دوبارہ ایسا ہو تو بے شک جو چاہے سزا دینا۔" آفاق نے التجا کی تھی۔

"ہرگز نہیں۔۔۔" فارہ نے اس سے الگ ہوتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"پلیز۔" اس نے پھر کہا۔

"کبھی نہیں۔۔۔" وہ مان ہی نہیں رہی تھی۔

"واپس اپنے گھر چلو۔" آفاق اسے دلچسپ اور ذومعنی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں جانا۔۔۔!" وہ ایک ہی ضد پہ اڑ چکی تھی۔

"سوچ لو۔۔۔" آفاق کی دلچسپی ہنوز تھی۔

"سوچ لیا ہے۔۔۔" وہ بھی قائم تھی۔

"ٹھیک ہے پھر جب تک تم یہاں ہو میں بھی یہیں رہوں گا' بیڈ روم تو ویسے بھی خاصا خوب صورت ہے' انجوائے کریں گے۔" آفاق نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"واٹ۔۔۔ آپ یہاں رہیں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ بدک گئی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ یہ میری سگی خالہ کا گھر ہے اور کمرا سگی کزن کا۔۔۔ مزے میں رہوں گا۔" وہ کہتے ہوئے بیڈ پہ قدرے نیم دراز سا ہو گیا تھا۔

"آفاق۔۔۔!" فارہ تو جیسے بری پھنسی تھی۔

اور آفاق اس کی کیفیت پہ بے اختیار مسکرا دیا تھا اور اسے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔



دروازے پہ دستک ہوئی تھی اور زبیدہ بیگم کے کام کرتے ہاتھ یک دم رک گئے تھے۔

یہ دستک ولید کے ہاتھ کی نہیں تھی اور وہ تھا کہ دو دن سے گھر ہی نہیں آیا تھا۔ اسی لیے وہ ذرا پریشان سی کام چھوڑ کر دروازے تک آئی تھیں۔

''کون ہے...؟''

''آنٹی... میں ہوں تیمور... ولید سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔'' آواز سنتے ہی انہوں نے دروازہ کھول دیا تھا۔

''ولید سے ملنے کے لیے؟ مگر بیٹا! وہ تو دو دن سے ایسا کام میں بزی ہے کہ گھر ہی نہیں آیا۔'' زبیدہ بیگم اپنی پریشانی دباتے ہوئے بولیں۔

''اچھا... کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'' تیمور نے اندر آنے کے لیے اجازت چاہی۔

''ہاں ہاں... کیوں نہیں بیٹا... آؤ... اندر آجاؤ...'' وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی تھیں اور وہ اندر آگیا تھا۔

''وحید اور ککو کہاں ہیں؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تمہید باندھنے کی کوشش کی۔

''اسکول گئے ہیں۔ کیوں خیریت بیٹا؟'' ان کا دل وہم اور وسوسوں کا شکار ہو چکا تھا۔

''آپ بیٹھیے پلیز...'' اس نے صحن میں بچھی چارپائی کی طرف اشارہ کیا۔

''تم بھی بیٹھو نا...!'' ولید کی غیر موجودگی میں وہ کبھی ان کے گھر نہیں آیا تھا اور کبھی آیا کرنے آیا بھی تھا تو دروازے سے ہی لوٹ جاتا تھا جبکہ آج تو وہ باقاعدہ اندر چلا آیا تھا اور بیٹھنے کا اشارہ دے رہا تھا۔

''جی بیٹھتا ہوں۔'' تیمور سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گیا اور پھر زبیدہ خاتون بھی بیٹھ گئی تھیں۔

''دیکھیے آنٹی! میں آپ کو لینے کے لیے آیا ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ولید اسپتال میں ہے، لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے وہ ٹھیک ہے اب...'' اس نے یک دم بتانے سے پرہیز کیا تھا۔

اور زبیدہ بیگم کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی تھی۔ ان کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

''کک... کیا ہوا ہے اسے...؟'' وہ ہکلا گئی تھیں۔

''وہی ہوا ہے جس کا مجھے ڈر تھا اور میں نے اسے سمجھایا بھی تھا، لیکن وہ نہیں سمجھا۔''

''مگر اسے ہوا کیا ہے؟'' وہ بمشکل بول پارہی تھیں۔

''اس پہ فائرنگ ہوئی ہے... اسے تین گولیاں لگی ہیں۔ رات کو آپریشن ہوا ہے، دو گولیاں نکال دی گئی ہیں، لیکن ایک گولی ابھی باقی ہے۔ اس کا دوبارہ آپریشن ہوگا۔''

تیمور نے بڑے تحمل اور بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بتایا تھا تاکہ انہیں زیادہ دھچکا نہ لگے، مگر پھر بھی وہ آخر ماں تھیں ان کا کلیجہ مٹھی میں آگیا تھا۔ اور وہ ضبط کرتے کرتے بھی رو پڑی تھیں۔

''پلیز آنٹی... روئیں مت... وہ ٹھیک ہے۔ اگر ٹھیک نہ ہوتا تو میں کبھی بھی آپ کے پاس نہ آتا... میں آپ کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ ٹھیک ہے اب۔ خطرے سے باہر ہے۔ اسی لیے پورے اطمینان کے بعد میں آپ کو لینے کے لیے آیا ہوں... آپ اللہ کا شکر ادا کریں کہ وہ ٹھیک ہے اور اس کی جان بچ گئی ہے۔'' تیمور نے انہیں اچھی طرح تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

''ہائے میرے اللہ... تیرے سوا اور کون ہے ہمارا... ولید کو اپنے کرم کے سائے میں رکھ... میرے بچے کو زندگی دے... شفا دے۔''

زبیدہ خاتون اللہ سے التجا کر رہی تھیں، تیمور نے سر جھکا لیا تھا۔
پھر جب وہ اچھی طرح دل کا غبار نکال چکیں تو وہ انہیں ساتھ لے آیا تھا۔



عافیہ بیگم کو ایک مکمل ٹریٹ منٹ کے بعد اسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔
اس لیے اسپتال سے جانے سے پہلے ماورا ولید کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے روم میں آئی تھی۔

"السلام علیکم....!" اس نے دروازہ پر دستک دی۔ سب نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا تھا اور ان سب میں تیمور حیدر بھی تھا۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" اس نے اجازت طلب کی۔

"آیئے...." زبیدہ خاتون نے کہا۔

بیڈ پہ پڑا ولید اسے دیکھ کر قدرے حیران ہوا تھا کہ تیمور کی ماورا مرتضیٰ یہاں....؟

"کیسے ہیں آپ....؟" وہ سیدھی ولید کے پاس آکر رکی تھی۔

"آپ کے سامنے ہوں۔" ولید حسب عادت اتنی تکلیف کے باوجود باز نہیں آیا تھا۔ شرارت اس کے چہرے پہ دوڑ گئی تھی۔

"میرے سامنے آپ اچھے حال میں نہیں ہیں نا اس لیے۔" ماورا جانتی تھی وہ بہت شگفتہ مزاج ہے۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں اچھے حال میں نہیں ہوں؟ دیکھ لیں آج بڑی بڑی ہستیاں میرے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ اس سے اچھا حال اور کیا ہوگا؟" اس نے تیمور، زبیدہ بیگم اور ماورا کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"لیکن یہ بڑی بڑی ہستیاں آپ کو اس طرح نہیں دیکھنا چاہتیں۔ اس لیے جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔" ماورا بڑی نرمی سے بات کر رہی تھی۔

"آپ عیادت کے لیے آگئی ہیں، سمجھ لیں میں ابھی سے ٹھیک ہو گیا ہوں۔" تیمور پہلو بدل کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا کیونکہ اسے ولید کی خباثت کا اندازہ تھا۔ وہ اپنی کمینگی سے باز آنے والا نہیں تھا۔

"چلیں، یہ تو اچھی بات ہے۔ فی الحال میں چلتی ہوں۔ امی میرا انتظار کر رہی ہیں۔" ماورا نے اجازت چاہی۔

"رک کے، فی الحال جائیں لیکن دوبارہ آئیں گی؟" اس نے لگے ہاتھوں آئندہ کا بھی پوچھ لینا چاہا تھا، ماورا ٹھٹکی تھی، پھر ولید کے چہرے پہ شرارت کا عنصر دیکھتے ہوئے بے ساختہ مسکرا دی تھی۔

"ضرور آؤں گی.... اللہ حافظ۔" وہ ان سب کو خدا حافظ کہہ کر چلی گئی تھی اور ولید، تیمور کو دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔

"واہ.... میری تو انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ان سے۔" وہ تکلیف کے باوجود فریش نظر آرہا تھا۔

"کمینگی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ولید!" تیمور تلملا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"اپنی ہونے والی بھابھی سے بات کرنا کہاں کی کمینگی ہے بھلا.... کیا چاہتے ہو کہ میں بات نہ کروں صرف تم کرو....؟" ولید الٹا خفا ہونے لگا تھا۔

"شرم کرو.... تمہیں تین گولیاں لگی ہیں، میڈیا پہ تمہاری باتیں ہو رہی ہیں۔ لوگ تمہارے لیے پریشان ہیں اور تم ہو کہ پروا ہی نہیں ہے، ایسے بات کر رہے ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے یہ گولیاں تمہیں نہیں کسی اور کو لگی ہیں۔" تیمور نے اسے بری طرح لتاڑا تھا۔

''اچھا۔۔۔ تو تم چاہتے ہو کہ میں گولیاں کھا کر بے ہوش پڑا رہوں؟'' ولید نے اسے بری طرح ستایا تھا۔
''بے ہوش نہیں ہم از کم خاموش پڑے رہو تاکہ پتا چلے کہ تم زخمی ہو۔'' وہ خفگی سے جھنجلا کر بولا تھا۔
''زخمی تو تم بھی ہو۔۔۔؟'' ولید کا لہجہ اب کی بار معنی خیز ہوا تھا' تیمور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

''آنٹی! میں ذرا دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں بعد میں آؤں گا۔'' تیمور پلٹ کر زبیدہ خاتون سے کہتا دروازے کی طرف بڑھا۔

''اب کیا فائدہ۔۔۔؟ اب تو وہ جا چکی ہیں۔'' ولید نے پیچھے سے آواز دی تھی اور زبیدہ خاتون ساری بات سمجھتے ہوئے مسکرا دی تھیں۔



مادرا کچن میں کھڑی عافیہ بیگم کے لیے جوس بنا رہی تھی جب اچانک اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔ اس نے جلدی سے باہر نکلتے ہوئے کال ریسیو کی۔
''ہیلو! کیسی ہو۔۔۔؟'' قارہ نے چھوٹتے ہی استفسار کیا۔
''فٹ ہوں۔۔۔'' مادرا اس سے بات کرتے ہوئے دوبارہ کچن میں آگئی۔
''کیا ہو رہا ہے۔؟''
''امی کے لیے جوس بنا رہی ہوں۔۔۔ ان کی طبیعت خراب تھی۔''
''خیریت' کیا ہوا ان کو۔۔۔؟'' قارہ کو تشویش ہوئی تھی۔
''تیمور حیدر نے پرپوز کیا ہے مجھے' اور آگے کا مسئلہ تم خود سمجھ سکتی ہو۔'' مادرا جوس مکس کرتے ہوئے بولی۔
''او اچھا! کیا کہتی ہیں آنٹی۔۔۔؟''
''کہا کچھ نہیں' بس نروس بریک ڈاؤن ہو گیا۔''
''مائی گاڈ! اتنا برا اثر لیا انہوں نے؟'' قارہ کو پریشانی ہونے لگی۔
''اب اچھا اثر بھی ہو گا۔۔۔'' مادرا کی سنجیدگی اور مضبوطی اس کے لہجے سے ہی ظاہر ہوتی تھی۔
''اوکے! بٹ پلی کیئر فل میں کل کراچی آ جاؤں گی۔ آج ڈیڈی اور حماد بھائی نے ہم کو روک لیا ہے۔''
''واٹ۔۔۔؟ تم فیصل آباد میں ہو۔۔۔؟ مجھے بتایا بھی نہیں؟'' مادرا کو اچنبھا ہوا۔
''سب آکر بتاؤں گی۔۔۔ ویٹ کرو۔''
''ٹھیک ہے اللہ حافظ۔'' مادرا فون بند کر کے جوس لے کر عافیہ بیگم کے پاس آ گئی۔
''مجھے نہیں پینا۔۔۔'' انہوں نے رخ موڑ لیا تھا۔
''امی۔۔۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی پلیز۔'' مادرا نے کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کے پاؤں پکڑ لیے تھے' اور عافیہ بیگم دہل گئی تھیں۔
''مادرا۔۔۔!'' انہوں نے بے اختیار اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔



''آج بڑے دنوں بعد سکون ملا ہے۔۔۔'' مادرا نے آنکھیں موندے بڑے مزے سے کہا تھا جبکہ گل اس کے بالوں

میں تیل سے مساج کر رہی تھیں اور وہ نیچے قالین پہ بیٹھی انجوائے کر رہی تھی۔

"کسی کو بے سکون کرنے کا عہد کرنے کے بعد۔" بی گل بھی کہے بغیر نہیں رہتی تھیں۔

"طرف داری کر رہی ہیں.... یا ہمدردی ہو رہی ہے...؟" ماورا نے کریدا۔

"محبت تم سے کرتا ہے... سب کچھ تم پہ وار رہا ہے...؟ ہمدردی ہمیں کیوں ہوگی...؟" بی گل نے لاپروائی دکھائی اور ماورا جواباً" بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

"جیلس ہو رہی ہیں....؟" اس نے انہیں چھیڑا تھا۔

"ہاں... بندہ ہو بھی جاتا ہے۔" وہ جیسے افسردگی سے بولی تھیں۔

"ارے، ڈونٹ وری میں وہ سب کچھ آپ پہ وار دوں گی۔" ماورا نے بڑے پیار سے، اور بڑے شاہانہ انداز سے کہا تھا۔

"بس بس رہنے دو۔" وہ خفگی سے بولیں۔

اس سے پہلے کہ ماورا کچھ کہتی باہر دروازے پہ بیل بجنے لگی تھی اور دروازے کے قریب گملے رکھتی عافیہ بیگم چونک گئی تھیں۔

"امی! پلیز باہر دیکھیں شاید ڈرائیور ہو گا مارکیٹ بھیجا تھا میں نے۔" ماورا نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے آواز دی تھی اور پلکیں دوبارہ موند لی تھیں۔

"کتنا خیال کرتا ہے.... کتنی محبت کرتا ہے تم سے، جاب دی گھر دیا۔ گاڑی دی۔ ڈرائیور دیا۔ اپنی محبت دی.... اپنا دل دیا اور اب اپنا سب کچھ دے رہا ہے۔ ایسا ہمسفر تو اللہ بڑی نصیب والیوں کو دیتا ہے۔" بی گل نے ایک بار پھر اپنے لفظوں کی لو تیز کی تھی۔

"تو کیا میں نصیب والی نہیں ہوں؟" ماورا ہلکے سے مسکرائی تھی اور ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے تیمور حیدر کے قدم اس کی اتنی خوب صورت مسکراہٹ پہ جیسے جہاں کے تہاں تھم گئے تھے۔ مگر وہ عافیہ بیگم کے خیال کی وجہ سے مزید اس طرح نہیں رک سکتا تھا ورنہ بالوں میں مساج کرواتی نیچے قالین پہ بیٹھی ماورا اس کے دل کو چھو گئی تھی۔ اس کا یہ انداز تیمور حیدر کے دل میں اتر گیا تھا۔ اسے اس لمحے اپنی نظر کا تسلسل توڑنا بہت دشوار لگا تھا۔

مگر پھر بھی اس نے گلا کھنکارتے ہوئے اپنی آمد کا سگنل دیا تھا اور وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن چونک گئی تھیں ماورا نے یکدم کرنٹ کھا کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

اور پھر بجلی کی سی تیزی سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ...؟" اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز سے صوفے پہ پڑا اپنا دوپٹا کھینچ کر ارد گرد پھیلا لیا تھا....

"وہ میں دراصل آپ کی مدر کی عیادت کے لیے آیا ہوں۔ ولید کی وجہ سے اور کچھ ضروری کام کی وجہ سے کافی بزی تھا اس لیے نہیں آسکا۔" اس نے اپنے آنے کی وضاحت دی۔

"آیئے.... بیٹھیے۔" عافیہ بیگم بھی اندر آگئی تھیں اور تیمور کو دیکھتے ہوئے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا.... جس پہ ماورا نے ٹھٹک کر پہلے عافیہ بیگم پھر بی گل اور تیمور کی طرف دیکھا تھا۔

اور تیمور ان کے اشارے کی تقلید کرتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ بی گل کی سمت جھکا اور بی گل نے شفقت سے اس کے کندھے پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ تیمور حیدر کا اس قدر اپنائیت بھرا انداز دیکھ کر ماورا جز بز سی ہو گئی تھی۔

کیونکہ تیمور حیدر کی اس کے گھر آمد اس کی پلاننگ یا اس کے وہم و گمان میں بھی کہیں نہیں تھی۔
"جیتے رہو... خوش رہو... بیٹھو۔" لی گل نے بھی بیٹھنے کا کہا۔
"تھینک یو... آپ بھی بیٹھیے ناں!" اس نے عافیہ بیگم کی طرف دیکھا۔
"ہوں ضرور۔" وہ کہتی آگے بڑھ کے صوفے پہ بیٹھ گئی تھیں۔ اور ان کے ساتھ ہی تیمور بھی بیٹھ گیا تھا۔
"ایم سوری... میں ماورا سے ملنے کے لیے یا کسی اور کام کے لیے آتا تو یقیناً" پہلے بتا کر یا اجازت لے کر آتا لیکن... میں دراصل آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں... اس لیے بغیر بتائے ہی آ گیا... زیادہ ٹائم نہیں لوں گا آپ کا۔" اس نے پہلے اچانک آمد کا جواز پیش کیا تھا۔ کیونکہ وہ ماورا کے چہرے کا تعجب اور غیر یقینی نوٹ کر چکا تھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے... آپ آرام سے بیٹھیں... ماورا چائے بنا کر لا کر۔" عافیہ بیگم نے بڑے اچھے طریقے سے بات کرتے ہوئے گردن موڑ کر ماورا کو دیکھا تھا جو تیل سے چپڑے بالوں کے ساتھ بڑے ہونق سے انداز میں عافیہ بیگم کو دیکھ رہی تھی کہ کیا واقعی وہ عافیہ بیگم ہیں...؟
"ماورا...!" لی گل نے آہستگی سے ٹھوکا دیا اور ماورا چونک گئی تھی۔ تیمور نے کن اکھیوں سے اسے ایک بار پھر دیکھا تھا وہ کتنے عام سے حلیے میں بھی کتنی خاص لگ رہی تھی۔
"جی ابھی لے کر آتی ہوں۔" وہ جانے کے لیے پلٹی۔
"نہیں پلیز۔ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس چند منٹ بیٹھوں گا۔" تیمور نے منع کیا تھا تاکہ ماورا کو یہاں سے جانا نہ پڑے۔
"چند منٹ میں چائے بھی بن جائے گی... جاؤ شاباش!" انہوں نے پھر اشارہ کیا اور ماورا فوراً وہاں سے چلی گئی تھی۔
"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی...؟" وہ اب پوری طرح سے ان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔
"اللہ کا کرم ہے اب جو زندگی باقی ہے وہ جینا تو پڑے گی... چاہے جیسے بھی سہی۔" انہوں نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا تھا جو تیمور کو بھی فیل ہوا تھا۔
"ایسا نہ کہیں آنٹی... اللہ آپ کو ہمیشہ صحت یاب رکھے۔ اولاد کے لیے ماں باپ بہت بڑا سہارا ہوتے ہیں... ماورا کے فادر کے بعد آپ ہی تو ہیں جو۔"
"آپ کے فادر کیا کرتے ہیں...؟" عافیہ بیگم نے تیمور کی بات کاٹتے ہوئے وہ سوال کر ڈالا تھا جو لی گل کبھی مر کے بھی تصور نہیں کر سکتی تھیں کہ عافیہ زندگی میں یہ سوال بھی کر سکتی ہے۔
"میرے فادر بزنس مین ہیں بہت سال انہوں نے بزنس سنبھالا ہے اور اس معاملے میں ہمیشہ ایک کامیاب بزنس میں رہے ہیں... مگر میری ایجوکیشن ختم ہوتے ہی سب کچھ مجھے سونپ کر خود بزنس سے الگ ہو گئے ہیں... اس لیے آج کل فراغت کے مزے لے رہے ہیں۔"
تیمور نے ایک نارمل سا جواب دیا تھا لیکن عافیہ بیگم کے سینے سے جیسے ٹرین گزر گئی تھی۔
"آپ کی مدر...؟" انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اگلا سوال کیا۔
"میری مدر بہت ہی سادہ طبیعت اور گھریلو سی خاتون ہیں... بابا سے بالکل برعکس۔" تیمور ماں کے ذکر پہ بے اختیار مسکرا دیا تھا۔
"جانتی ہوں یہ بھی جانتی ہوں۔" انہوں نے دل ہی دل میں جیسے خود کو جواب دیا تھا...

”سر... ! چائے۔“ ماورا نے قریب آکر کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔

”تھینک یو... !“ تیمور نے آہستگی سے کپ اٹھا لیا تھا۔

”آپ لوگ کبھی ہمارے گھر آئیں ناں... اس طرح میرے پیرنٹس سے بھی ملاقات ہو جائے گی آپ کی... اور مجھے یقین ہے میری مدر آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔“ تیمور نے چائے پیتے ہوئے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔

”جب اپنے گھر گئے تو تمہارے گھر بھی ضرور آئیں گے بیٹا۔“ عافیہ بیگم پہ کیا بیت رہی ہے ماورا بھی خوب جانتی تھی۔

”اپنا گھر... ؟“ تیمور کو پتا تھا کہ کراچی میں ان کا بھی کوئی گھر نہیں ہے۔

”ہاں اپنا گھر... یہ تو کمپنی کی طرف سے دیا ہوا فلیٹ ہے ناں... مگر میں اپنے گھر کی بات کر رہی ہوں... جو ہمارا ذاتی گھر ہو گا۔ اپنا ذاتی گھر۔“

عافیہ نے جیسے اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

”انشاء اللہ ایسا بھی ضرور ہو گا' اینی وے میں اب چلتا ہوں تھینک یو سو مچ' آج آپ سے مل کر اور آپ سے بات کر کے بہت خوشی ہوئی ہے مجھے...“ تیمور کپ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔

”آیئے میں آپ کو دروازے تک چھوڑ دوں۔“ ماورا کہتی ہوئی اس کے ساتھ چلتی دروازے تک آگئی تھی۔

”آپ کو برا لگا میرا آنا... ؟“ تیمور نے دروازے کے قریب رکتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں۔“ ماورا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

”آپ کا چہرہ تو یہی کہہ رہا ہے...“ تیمور کی نظریں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں ماورا نے پلکیں جھکالی تھیں۔

”چہرے ہمیشہ دھوکا دیتے ہیں... اس دھوکے میں نہ رہیں۔“ ماورا نے تلخی سے کہا۔

”آپ کا چہرہ بھی دھوکا دیتا ہے؟“ وہ دلچسپی سے بولا۔

”میرا چہرہ بھی تو آخر چہرہ ہی ہے ناں! دھوکا دے بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔“ ماورا نے صاف گوئی سے کہتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔

”آپ کے جواب کا منتظر ہوں... ؟“ تیمور نے جاتے جاتے پھر پوچھا۔

”آج سوچنے کے بعد کل فیصلہ سنا دوں گی۔“ اس کا لہجہ حتمی تھا۔

”او کے' انتظار میں ہوں... اللہ حافظ۔“ وہ کہہ کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا تھا اور ماورا اس کے پیچھے دروازہ بند کر کے واپس آگئی تھی۔

”شادی کی بات کی اس نے... ؟“ بی گل نے استفسار کیا۔

”ہاں کی ہے...“ اس نے سر ہلایا۔

”پھر... ؟“ انہیں تجسس تھا کہ اب ماورا کا کیا فیصلہ ہو گا؟

”میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ آج سوچنے کے بعد کل فیصلہ سنا دوں گی۔“ ماورا کہہ کر پلٹی اس نے شاور لینے جانا تھا... مگر اسے پھر رکنا پڑا تھا۔

”کیا فیصلہ... ؟“ بی گل کا دو ٹوک سوال عافیہ بیگم چپ چاپ سن رہی تھیں۔

”یہی کہ ماورا مرتضیٰ تیمور حیدر سے شادی کے لیے تیار ہے وہ لینے کے لیے آجائے...“ ماورا انتہائی سنجیدگی سے کہہ کر چلی گئی تھی اور پیچھے اپنی بے رحمی اور سفاکی چھوڑ گئی تھی!

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)